حسّان بن ثابت اور اُن کی شاعری

از

(جناب چوہدری غلام احمد صاحب ایم۔اے لکچرار اسلامیہ کالج لائل پور)

"یہ مقالہ پاکستان اورینٹل کانفرنس لاہور مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۵۶ء کے موقع پر پڑھا گیا"

عرب اور شعر و شاعری فرانسیسی مصنف لیبان نے کیا خوب کہا کہ کل تمدن عرب کے زمانہ میں شاعری کا چرچا رہا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی اس عروج پر نہ پہنچی جو اس نے جاہلیت میں حاصل کیا تھا۔ تمام اہلِ عرب خواہ وہ کسی شعبۂ زندگی سے وابستہ ہوں شعر و شاعری سے مانوس تھے اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اکیلے عربوں کا منظوم کلام تمام دنیا کے منظوم کلام کے برابر ہے۔ انھیں نظم کا اس قدر شوق تھا کہ وہ بعض وقات فقہ فلسفہ اور جبر و مقابلہ کو بھی نظم ہی میں لکھتے اور ان کے اکثر قصص و حکایات میں نظم و نثر ملی ہوتی ہے تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ ردیف و قافیہ یورپ میں عربوں ہی سے آیا۔

عربوں میں شاعری اس درجہ مرغوب خاص و عام تھی کہ اس زمانہ میں شاعروں کا بڑا زور تھا۔ وہ اپنی نظم کے ذریعہ سے جب چاہتے جوشِ مخالفت پیدا کر دیتے۔ شعر کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ قریش نے اعشیٰ شاعر کو سو اونٹ محض اس لئے دئے کہ وہ ان مدحیہ اشعار کی اشاعت نہ کرے جو اس نے نبی اکرم صلعم کی تعریف میں کہے تھے اس نامور یوروپین مستشرق کی شہادت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ دورِ جاہلیت کے عرب اُمّی ہونے کے باوجود اپنے دماغی کارناموں کے باعث اس وقت کی بہت سی قوموں پر فوقیت رکھتے تھے۔ یہ لوگ ناخواندہ غیر مہذب و ناشائستہ تھے مگر ان کی زبان نہایت فصیح و بلیغ تھی۔ یہ ریگستان اور سنگلاخ زمین کے رہنے والے تھے لیکن ان کی خطابت و شاعری کشمیر کی آب و ہوا کی طرح تر و تازہ اور پر رونق و شاداب تھی جہاں ان کے جذبات و احساسات کو ذرا ٹھیس لگی پھر ان کی آتش دہانی و دریا بیانی کی کچھ حد نہیں رہی۔ ڈیڑھ ہزار سال گذرنے کے باوجود ان کے کلام کی تازگی و نضارت شستگی و بلاغت ایسی ہی موثر ہے جیسی کہ اس تاریک زمانہ میں تھی۔

دورِ جاہلیت کی تقریباً دو صدیوں کا کلام مدوّن ہو کر ہم تک پہنچا ہے لیکن اس کا ذخیرہ اتنا بڑا ہے کہ کسی متمدن قوم نے صدیوں میں بھی جمع نہیں کیا۔ اگر علمائے ادب کی یہ روایت ٹھیک ہے تو ابو تمام مؤلف حماسہ کو زمانہ جاہلیت کی چودہ ہزار نظمیں زبانی یاد تھیں۔ حمّاد کو ستائیس ہزار قصائد یاد تھے۔ اصمعی سولہ ہزار نظموں کا حافظ تھا۔ ابو ضمضم نے ایک مرتبہ ایسے سَو شاعروں کے اشعار نقل کئے جن میں سے ہر ایک کا نام عمرو تھا۔

عربی شاعری کے ادوارِ مختلف | علمائے ادب نے زمانہ کے اعتبار سے شعرائے عرب کو چار قسموں میں منقسم کیا ہے۔

(۱) **جاہلی** - وہ شعراء جو زمانہ قبل از اسلام میں ہوئے۔ جیسے امرئ القیس - زہیر - امیہ بن ابی الصلت - اور لبید وغیرہ -

(۲) **مخضرمی** - جاہلیت اور اسلام دونوں زمانہ پانے والے شاعر جیسے کعب بن زہیر - حسان بن ثابت - نابغہ - جعدی - خنساء وغیرہ -

(۳) **اسلامی** - یعنی آغازِ اسلام سے لے کر بنو اُمیہ کے دور تک جو شاعر ہوئے - جیسے عمر بن ربیعہ - اخطل - فرزدق اور جریر -

(۴) **مُولّد** - دورِ عباسی اور ان کے مابعد کے شعراء مثلاً بشار بن بُرد - ابو العتاہیہ - ابو نواس ابن الرومی - ابن المقفع - ابو تمام - المتنبی - ابو العلاء المعری وغیرہ

ان اصنافِ چہارگانہ میں سے جاہلی اور مخضرمی دور خالص اور معیاری عربی زبان کے لئے ممتاز ہے۔ بعد کے ادوار میں فصاحت و بلاغت کا یہ معیار قائم نہ رہ سکا جب مختلف عجمی اقوام مشرف باسلام ہوئیں اور اسلامی تمدن اکنافِ ارضی میں پھیلا تو عربی زبان بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ لغت کے نزدیک متاخرین شعراء کا کلام سند نہیں اور ٹکسالی زبان فقط وہی ہے جو جاہلیت یا آغازِ اسلام میں مروج تھی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جن کے مختصر سوانح اور کلام پر اجمالی تبصرہ یہاں مقصود ہے اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تبصرہ و تنقید سے قبل ان کی ذات کو بالاختصار آپ سے متعارف کرا دیا جائے۔

حضرت حسانؓ کا شجرۂ نسب و سوانح حیات تاریخ ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ عربی ادب کا مطالعہ کرتے وقت ایک بڑی کمی جو محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ شعراء کی زندگی کے حالات تقریباً بالکل نہیں ملتے۔ بڑے سے بڑے شاعر کے متعلق ہم جو کچھ جانتے ہیں وہ چند سطروں یا زیادہ سے زیادہ ایک صفحہ میں آسکتا ہے۔ لکھنے پڑھنے کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے راویوں نے اپنی دلچسپی اشعار تک محدود رکھی اور صرف ان واقعاتِ زندگی کو یاد رکھا جو یا تو غیر معمولی اہمیت رکھتے یا اُن کی جانب شاعر کے کلام میں اشارے پائے جاتے ہیں۔

یہی حال حضرت حسانؓ کا ہے۔ ہم اتنا جانتے ہیں کہ آپ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے جو ازد کی ایک شاخ ہے۔ عرب کے عام علماء انساب کے نزدیک ازد بنو قحطان ہیں اور ان کا اصل وطن یمن ہے۔ آپ کا شجرۂ نسب ایک جانب سے آل جفنہ تک پہنچتا ہے جو غساسنہ کے نام سے مشہور رہے اور ملک شام پر حکمراں تھے اور دوسری طرف لخمیین سے جو عراق کے حاکم تھے کیوں کہ ان سب کا مورث اعلیٰ عمرو بن عامر بن ماء السماء تھا۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حسانؓ حسب و نسب کے اعتبار سے عرب میں بہت بلند مقام رکھتے تھے اور اپنے اشعار میں فخریہ اظہارِ شرافت و نجابت کرنے میں حق بجانب تھے۔ اور نیز یہ کہ غساسنہ اور آلِ منذر کی شان میں ان کے قصائد ان کے دوسرے اشعار سے کیوں ممتاز ہیں۔ اس سے یہ راز سربستہ بھی الم نشرح ہوتا ہے کہ حضرت حسانؓ پر ملوکِ غسان کی پیہم نوازشات کی وجہ ان کی شاعری کے سوا کچھ اور بھی تھی اور وہ تھا ان کا نسبی تعلق۔ بہر کیف ان کا پورا نسب نامہ یہ ہے:-

"حسان بن ثابت بن المنذر بن حرام بن عمرو بن زید مناة بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار (وهو تيم الله) بن ثعلبة بن عمرو بن الخزرج بن حارثة بن ثعلبة (وهو العنقاء) بن عمرو (مزيقياء) بن عامر بن ماء السماء بن حارثة الغطريف بن امرئ القيس البطريق بن ثعلبة البهلول ابن مازن بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالك بن زيد بن كهلان بن يشجب بن يعرب بن قحطان"

ابو الولید۔ ابو عبد الرحمٰن اور ابو الحسام آپ کی کنیتیں ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام فُریعہ ہے جو شرف

باسلام ہوئیں۔ آپ نے ایک سو بیس[۱۲۰] سال عمر پائی۔ جس میں سے ساٹھ برس جاہلیت میں گذرے اور ساٹھ برس مشرف باسلام رہے۔ یہ معلوم ہو چکا کہ آپ کا تعلق خزرج کے قبیلہ بنی نجار سے تھا اور اوس و خزرج کے دونوں قبیلے یثرب میں سکونت پذیر تھے جو بعد میں مدینۃ النبی اور پھر اختصاراً مدینہ مشہور ہوا۔ یہ دونوں قبیلے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد انصار کے لقب سے ملقب ہوئے۔ بنا بریں حضرت حسان اہل مدر یعنی سکان قریٰ و امصار میں سے ہوتے نہ کہ اہل وبر یعنی ساکنین خیمہ میں سے۔ لہٰذا نقادانِ شعر کی رائے "وانہ اشعر اہل المدر" انکے حق میں درست ہے۔

حضرت حسان مدینہ میں اوس و خزرج اور یہود میں پروان چڑھے۔ اوس و خزرج کی آپس میں ٹھنی رہتی تھی اور ان میں یوم بُعاث، یوم سمیحہ، یوم الدرک، یوم الربیع اور یوم البقیع کے نام سے بڑی بڑی لڑائیاں لڑی جا چکی تھیں جن کا ذکر حسان نے اپنے اشعار میں کیا ہے۔ مگر حسان نے ان بڑی بڑی جنگوں میں وہی پارٹ ادا کیا جو ایک بہترین شاعر سے متوقع ہے وہ اپنی قوم کا ذکر فخریہ انداز میں کرتے ہیں اور اس کی شجاعت و بسالت کا ذکر کرتے نہیں تھکتے۔ وہ اپنی خاندانی نجابت کے گن گاتے ہیں اور اپنی قوم کو انتقامی کارروائی پر اکساتے ہیں مگر وہ بھول کر بھی کوئی عملی حصہ نہیں لیتے ——— آخر کیوں؟ اس لئے اور صرف اس لئے کہ حسان شاعر تھے جنگجو سپاہی نہیں تھے۔ اور شاعر جب تک شاعر ہے سیف و قتال سے بے نیاز ہے۔ جب تک شاعر کی زبان تلوار کا کام دیتی ہے وہ سیف آہنی کا محتاج نہیں اور جب تک وہ قوت بیانیہ سے مسلح ہے خود و زرہ سے بے نیاز ہے۔ اور یہ امر عہد جاہلیت ہی سے مخصوص نہیں۔ حضرت حسان تمام غزوات نبوی میں شریک رہے۔ مگر آہنی سلحہ کی ضرورت کبھی محسوس نہ فرمائی ہمیشہ زبان سے تلوار کا کام لیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبد المطلب نے اس ضمن میں بڑا عجیب واقعہ سنایا ہے۔ فرماتی ہیں غزوۂ خندق کے دن حضرت حسان ہمارے ساتھ ایک قلعہ میں تھے اور اس میں بہت سی عورتیں اور بچے بھی تھے ایک یہودی ادھر سے گذرا اور قلعہ کے گرد گھومنے لگا۔ ان دنوں بنو قریظہ معاہدہ توڑ کر مسلمانوں سے برسرپیکار تھے اور ہمیں خطرہ تھا کہ ان کے حملہ کی صورت میں ہمارے پاس مدافعت کا کوئی سامان نہیں۔ صحابہ دشمن کے مقابلہ میں تھے اور کسی طرح ہماری مدد نہ کر سکتے تھے۔ میں نے کہا حسان! یہ

یہودی آپ کے سامنے قلعہ کا چکر لگا رہا ہے ورنہ [illegible] قیاس نہیں کہ یہ یہود کو ہمارے متعلق آگاہ کردے نیچے اتر کر اسے قتل کر دیجئے۔ حضرت حسان نے شاعرانہ زبان میں کہا ——— عبد المطلب کی بیٹی! خدا تمہیں معاف فرمائے آپ جانتی ہیں کہ میں اس قابل نہیں حضرت صفیہ فرماتی ہیں میں نے یہ بات سنی تو ایک کھمبا لے کر نیچے اتری اور یہودی کو جہنم رسید کر دیا۔ واپسی پر حضرت حسان سے کہا کہ اب جا کر مقتول کا اسلحہ اتار لیجئے۔ مجھے یہ امر مانع ہے کہ مقتول مرد ہے اور ایک عورت کے لئے زیبا نہیں کہ وہ مرد کا سامان اتارے۔ حسانؓ نے برملا کہا عبد المطلب کی [illegible] بیٹی سامان سے کیا سروکار؟

حضرت حسانؓ نے پیغمبر صلعم کی خدمت میں جب یہ اشعار پڑھے ؎

لقد غدوت امام القوم منتطقاً بصارم مثل لون الملح قطاع

تو آپ نے بے ساختہ تبسم فرمایا۔ آخر اس سے موزوں تر تبسم کا موقع اور کیا ہو سکتا تھا کہ حسان کے سے دل گردے کے آدمی کو ادعائے جنگ و جدال ہو۔

بعض لوگوں نے حضرت حسان کے اس حد سے بڑھے ہوئے جبن کی وجہ یہ بتائی ہے کہ واقعۂ افک میں جب انھوں نے صفوان بن معطل کے متعلق تعریضاً یہ شعر کہا ؎

امسی الجلابیب قد عزّوا وقد کثروا وابن الفریعة امسی بیضة البلد

تو صفوان نے سامنے آکر تلوار ماری اور یہ شعر پڑھا ؎

تلق ذباب السیف عنّی فانّنی غلامٌ اذا ھوجیت لست بشاعر

اس واقعہ کے بعد صفوان اور حسان دونوں پیغمبر صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجری عرض کیا۔ آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ پھر معاف فرمایا اور ماریہ قبطیہ کی بہن سیرین بخشیں جن سے عبد الرحمن پیدا ہوئے جو بعد میں شاعر بنے۔ گو یہ واقعہ درست ہے مگر اس سے ان کے دعوی کو کوئی تعلق نہیں۔

شاعری آل حسان میں مبرد نحوی کا قول ہے حضرت حسان کے خاندان میں کئی پشتوں تک شاعری کا پتہ چلتا ہے اور اس امر میں وہ جاہلیت کے مشہور شاعر زہیر بن ابو سلمیٰ سے مشابہ ہیں۔ ان کے خاندان میں علی الترتیب چھ شعراء پائے جاتے ہیں۔

"سعید بن عبد الرحمٰن بن حسّان بن ثابت بن المنذر بن حرام"

یعنی ایک طرف اگر ان کا پردادا شاعر ہے تو دوسری جانب پوتا بھی شاعری کی حیثیت سے مشہور ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شاعری ورثہ کی چیز ہے مگر اتنا ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ شاعری ان کی رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔ حسان کے بیٹے عبد الرحمٰن اگر ایک بلند پایہ شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں تو اس میں فی الجملہ ان کے والد کی شاعری کی شہادت موجود ہے۔ برقوقی لکھتے ہیں عبد الرحمٰن ابھی کم سن تھا کہ بھڑ نے کاٹا روتا ہوا باپ کے پاس آیا۔ حسان نے پوچھا کیا ہوا کہا۔ لسعنی طائر۔ مجھے ایک اُڑتے جانور نے کاٹ کھایا۔ کہا وہ کیا تھا۔ بولا خبر نہیں۔ پھر پوچھا کیا صورت شکل تھی؟ بچہ نے بے ساختہ کہا کانّہ ملتفٌ بُبُردی حِبَرۃٍ۔ متعجب ہوئے اور کہا بُنَیَّ الشعرَ وربِّ الکعبۃِ۔

اصمعی مشہور نقادِ سخن کہتے ہیں۔ بادل کی تعریف میں کسی عربی شاعر نے عبد الرحمٰن بن حسان سے بڑھ کر نہیں کہا۔ اور سب سے بہترین ہجویہ اشعار وہ ہیں جو عبد الرحمٰن نے مروان کے بھائی عبد الرحمٰن بن الحکم کے بارہ میں کہے۔ ایک دن حسّان نے یہ شعر پڑھا ؎

وانّ امرأً یُمسی و یصبحُ سالماً ۔۔۔ من النّاس الّا ماجنیٰ لسعیدُ

تو عبد الرحمٰن بن حسّان نے برجستہ کہا ؎

وانّ امرأً نال الغنیٰ ثمّ لم ینل ۔۔۔ صدیقاً و لا ذا حاجۃ لزھیدُ

حسان کے پوتے سعید بن عبد الرحمٰن نے فی الفور کہا ؎

وانّ امرءً راحی الرجال علی الغنیٰ ۔۔۔ ولم یسئال اللّٰہ الغنیٰ لحسودُ

حضرت حسان کی تشبیب | حضرت حسان اپنے اشعار میں دو عورتوں سے تشبیب کرتے ہیں شعثار اور عمرہ۔

شعثار کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ سلام بن مشکم یہودی کی بیٹی تھی۔ حسان نے ایک شعثار نامی عورت سے شادی بھی کی تھی جس سے ابو فراس پیدا ہوا اور یہ قبیلۂ خزاعہ سے وابستہ تھی۔

دوسری عورت عمرہ ہے یہ صامت بن خالد بن عطیہ کی بیٹی ہے اس سے حضرت حسان نے نکاح

کیا۔ پھر طلاق دے دی مگر بعد ازاں نادم ہوئے اور اشعار میں اظہار افسوس کیا۔ حضرت حسانؓ کا مشقیہ کلام دورِ جاہلیت سے متعلق ہے۔ مشرف باسلام ہونے کے بعد ان کی شاعری مدح و ہجا اور فخر میں محدود ہو کر رہ گئی۔ اور یہ بھی غنیمت ہے کہ انھوں نے جاہلیت کے مشہور شاعر لبید کی طرح اسلام لانے کے بعد شاعری مطلقاً چھوڑ نہیں دی اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا ؎

الحمد للہ اذ لم یاتنی اجلی حتی لبست من الاسلام سربالا

حضرت حسانؓ کا ذریعہ معاش | آل غسان اور آل منذر سے ان کے خاندانی روابط تھے۔ اسلام سے پہلے ان دونوں شاہی درباروں میں جاتے اور نعمانی و غسانی بادشاہوں کی تعریف میں معرکے کے قصیدے کہتے۔ یہ لوگ بھی دل کھول کر انعام دیا کرتے تھے۔ اسی لئے نقادانِ سخن کی رائے ہے کہ حضرت حسان کے سب سے زوردار اشعار وہ ہیں جن میں ملوک غسان کی ثنا خوانی کی گئی ہے۔

علامہ ابن رشیق قیروانی نے کتاب العمدہ کے ایک باب میں یہ مبحث چھیڑا ہے کہ مدح میں سب سے بڑھ کر کون سا شعر ہے اور اس ضمن میں ائمۂ فن کے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حطیہ جو مشہور مخضرمی شاعر تھا جب مرنے لگا تو کہا کہ انصارِ مدینہ کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ تمہارا بھائی حسان سب سے بڑا مدح گو ہے جس کا یہ شعر ہے ؎

یُغشَون حتی ما تھر کلابھم لا یسئلون عن السواد المُقبل

عرب میں عموماً لوگ کتے پالتے تھے یہ کتے اجنبی آدمی کو دیکھ کر بھونکتے تھے شاعر کہتا ہے کہ ملوک غسان کے پاس مہمان اس کثرت سے آتے جاتے ہیں کہ ان کے کتے کسی کو دیکھ کر بھونکتے نہیں کیوں کہ آنے والوں سے مانوس ہو گئے ہیں اور وہ کسی سے یہ نہیں پوچھتے کہ وہ کون ہیں اور کس مقصد کے پیش نظر آئے ہیں۔ ملوکِ غسان کے الطافِ کریمانہ دورِ جاہلیت تک محدود نہیں رہے بلکہ حسان کے مشرف باسلام ہونے اور ان کی وفات کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ آل جفنہ کا آخری تاجدار جبلہ بن ایہم غسانی جب اسلام لانے کے بعد مدینہ وارد ہوا اور عدلِ فاروقی کی تاب نہ لا کر عیسائیت قبول کر کے قسطنطنیہ پہنچا۔ تو حضرت عمرؓ نے جثامہ بن مساحق کنانی کو ہرقل شاہِ روم کے نام دعوتِ اسلام پر مشتمل خط

دے کر قسطنطنیہ روانہ کیا۔ وہ دعوتِ اسلام تو کیا مانتا قاصد کی تعظیم و تکریم بجا لایا اور واپسی کے وقت ان کے عرب برادر جبلہ کو ملنے کی رغبت دلائی۔ وہ ملاقات کے لئے گئے تو جبلہ کے ہاں عجب شان و شوکت ملاحظہ کی۔ سونے چاندی کے برتن زریں کرسیاں مطلا قالین اور زرق برق لباس آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ ملاقات کے بعد مے نوشی کا دور چلا پھر نازک اندام لونڈیوں نے مجلس سرود گرم کی۔ اور حضرت حسان کے یہ اشعار سازوں کی جھنکار میں گانے شروع کئے ؎

لِلّٰہ درّ عصابۃٍ نادمتھم   یوماً بجلّق فی الزمان الاوّل

جبلہ نے بتایا کہ اشعار میں جن مقامات کا نام آیا ہے وہ ان کے وطن مالوف دمشق کے نواح میں ہیں اور یہ اشعار رسول اللہ صلعم کے شاعر حسان کے ہیں۔ جُثامہ نے کہا حسان تو بوڑھے اور اندھے ہو گئے۔ جبلہ نے اسی وقت پانچ صد دینار اور پانچ ریشمی خلعت منگوا کر ان کے حوالہ کئے اور کہا اسلام کے بعد یہ تحفہ انھیں دے دیں۔

پھر اسی قدر رقم جثامہ کو بخشی۔ وہ رقم تو کیا لیتے رو پڑے جس سے جبلہ بھی اپنے آنسو نہ تھام سکا اور لونڈیوں سے غم افزا ترانہ سننے کی فرمائش کی۔ انھوں نے حضرت حسان کے یہ اشعار گانے شروع کئے ؎

تنصّرتِ الاشرافُ من عارِ لطمۃٍ   وما کان فیھا لو صبرتُ لھا ضررُ

تکنّفنی فیھا لجاجٌ ونخوۃٌ   وبعتُ بھا العینَ الصحیحۃَ بالعورِ

فیالیتَ اُمّی لم تلِدنی ولیتنی   رجعتُ الی القول الذی قال لی عمر

جثامہ کہتے ہیں ہم دونوں اس قدر روئے کہ آنسوؤں کی لڑیاں موتیوں کی طرح جبلہ کی ڈاڑھی پر بہ رہی تھیں۔ مدینہ آ کر تمام واقعہ عمر فاروق رضؓ کو سنایا۔ دریافت کیا کیا آپ کو کچھ دیا؟ میں نے کہا حسان کے لئے پانچ سو دینار اور پانچ خلعت بھیجے ہیں۔ حسان بلائے گئے نابینا ہونے کی وجہ سے قائد ساتھ تھا سلام کے بعد کہا امیر المومنین! مجھے آل جفنہ کی روحوں کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا خدا نے اسی ذریعہ سے آپ کی مدد کر دی۔ حسان یہ اشعار گنگناتے گھر لوٹے۔

ان ابن جفنة من بقية معشر لم يغذهم آباؤهم باللوم
لم ينسني بالشام اذ هو ربها كلا ولا متنصرا بالروم
يعطي الجزيل ولا يراه عنده الا كبعض عطية المذموم

مشرف باسلام ہونے کے بعد حضرت حسان نے اپنی مرضی سے کفار کی ہجوگوئی کا کٹھن کام اپنے ذمہ لیا اور دل وجان سے اسے نبھایا۔ نبی اکرم صلعم فرمایا کرتے تھے کہ حسان کے اشعار کفار کے لئے تیر سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہیں۔ رسول مقبول کو آپ کی اس قدر خاطر منظور تھی کہ آپ کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا تھا۔ اس پر چڑھ کر آپ اپنا قصیدہ سناتے۔ اس لئے اسلامی بیت المال ان کی سرپرستی کرتا تھا اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب ۵۴ھ میں حضرت معاویہؓ کے عہد خلافت میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت حسانؓ پر قائم کئے ہوئے اس الزام کا کوئی معقول جواب نہیں دیا جا سکتا کہ آپ نے غساسنہ ومناذرہ کی مدح گوئی کو اپنے لئے ذریعہ معاش بنایا۔ یہ بات عربی شاعری کا طغرائے امتیاز ہے کہ یہاں شاعری کا آغاز فطری جذبات واحساسات سے ہوا۔ ایران کی طرح مداحی اور خوشامد گوئی میں اس کی زبان نہیں کھلی۔ عرب ہمیشہ سے جنگجو، بہادر و مہمان نواز، سیر چشم، غیور اور بلند ہمت تھے اور انھیں باتوں کو نظم میں ادا کرتے اور یہی ان کی شاعری تھی۔

سب سے پہلا شخص جس نے بادشاہ کی مدح لکھی وہ زہیر بن ابی سُلمٰی تھا جس نے ہرم بن سنان کی مداحی کی۔ تاہم اُس نے یہ آن قائم رکھی کہ ہرم نے جب یہ حکم دیا کہ زہیر جس وقت دربار میں آئے اور مجھ کو سلام کرے تو اس کو انعام دیا جائے۔ اس حکم کے بعد زہیر جب کبھی دربار میں جاتا تھا تو کہہ دیتا تھا کہ بادشاہ کے سوا اور سب کو سلام کرتا ہوں۔

زہیر کے بعد نابغہ ذُبیانی نے سلاطین کی مداحی کی اور اس وجہ سے تمام عرب میں ذلیل ہوا اور اس کی قدرو منزلت جاتی رہی۔ ابن رشیق قیروانی کتاب العمدہ میں لکھتے ہیں۔ فسقطت منزلته وتكسب مالاً جسيما۔

اہل عرب مداحی کو جس قدر ذلیل پیشہ سمجھتے تھے اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ عمر بن ابی ربیعہ مشہور قریشی شاعر کو جب عبدالملک نے اپنی مدح کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ میں صرف عورتوں کی مدح کیا کرتا ہوں۔

ابن میادہ نے خلیفہ منصور کی مدح میں قصیدہ لکھا اور قصد کیا کہ بغداد جا کر دربار میں سنائے سوار ہو رہا تھا کہ اس کا نوکر حسب معمول اونٹنی کا دودھ لے کر آیا۔ ابن میادہ نے پی کر پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور کہا استغفراللہ اس کے ہوتے ہیں امیرالمومنین کی مدح لکھتا اور بغداد جاتا ہوں!

حسان عرب شعراء کے اس معیار پر پورے نہیں اترتے اور ان کی جانب سے جو اعتذار کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ملوک غسان ان کے ممدوح ہی نہ تھے بلکہ نسلی قرابت داری کے مضبوط بندھنوں نے بھی ان کو آل غسان سے جکڑ رکھا تھا۔ وہ جب ان کے آباء و اجداد کی ثنا خوانی کرتے ہیں تو یہ ان کی اپنی قوم کی مدح ہے کیوں کہ وہ آل غسان سے غیر نہیں۔ وہ ان کی مدح بڑے بڑے صلات کی امید پر نہیں بلکہ اپنی قوم کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے کرتے تھے اور یہ ایک عربی شاعر کا حق ہے کہ وہ فخریہ انداز میں اپنے آباء کرام کی تعریف کے گن گائے اور ان کی مدح خوانی میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے۔ دوسری جانب ملوک غسان کے عطیات اگر مدح گوئی کا صلہ ہو سکتے ہیں تو ان میں صلہ رحمی اور قرابت داری کا پہلو بھی موجود ہے۔ اور یہ زیادتی ہے کہ دونوں امکانات کے ہوتے ہوئے ایک کو نظر انداز کر کے دوسرے پر زور دیا جائے۔

نقادان سخن کی رائے ان مختصر سوانح حیات کے بعد اب ان کے کلام پر اجمالی تبصرہ سنیئے!

شاعری کے لحاظ سے آپ کا رتبہ بہت بلند ہے۔ آپ بالاتفاق "اشعر اہل المدر" یعنی شہری شاعروں میں سب سے افضل ہیں ابو عبیدہ مشہور ناقد سخن کا قول ہے۔ حسان کی تین خصوصیات ان کو دوسرے شعراء سے ممتاز کرتی ہیں۔ آپ دور جاہلیت میں انصار کے، زمانہ نبوت میں رسول اللہ صلعم کے اور زمانہ اشاعت اسلام میں تمام یمن کے بہترین شاعر تھے۔ اسی فاضل کا یہ قول بھی ہے کہ بالاتفاق تمام صحرا کے باشندوں میں اہل مدینہ کے اور پھر قبیلہ عبدالقیس کے اور پھر ثقیف والوں کے شعر اچھے ہیں

اور اہل مدینہ میں سب سے بڑے شاعر حضرت حسان ہیں۔

عمرو بن العلاء کہتے ہیں حسّان اشعرُ اھل الحضر۔

ابو الفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی کا قول ہے۔ حسان فحلٌ من فحول الشعراء

نابغہ ذبیانی نے حسان کے اشعار سن کر کہا۔ انّک لشاعرٌ۔

اعشیٰ حسان کا دوست تھا اور ان کو شاعر عظیم سمجھتا تھا۔ حطیئہ انھیں اشعر العرب کہا کرتا۔

ائمہ لغت اور نامور شعرائے عرب کی یہ شہادت پتہ دیتی ہے کہ وہ حسان کو بہ حیثیت شاعر کے مانتے ہیں اور یہ ایسی بات ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ وہ فطری شاعر تھے۔ شاعری کئی پشتوں تک ان کے خاندان میں رہی۔ ادھر ان کے باپ دادا اور پردادا شاعر تھے اور دوسری طرف ان کا بیٹا اور پوتا شعر گوئی کا ملکہ رکھتے تھے گویا حسان کی حیثیت ان کے درمیان ایسی تھی جیسے خوبصورت موتیوں کے ہار کے عین وسط میں کوہ نور ہیرا جڑ دیا جائے۔

اصنافِ سخن کے اعتبار سے بھی حسان کی شاعری کافی وسعت رکھتی ہے۔ آپ نے جاہلیت کے مروجہ جملہ اصنافِ شعر میں طبع آزمائی کی ہے اور کسی میں ناکام نہیں رہے۔ آپ کی شاعری مدح و ہجا فخر و تشبیب مرثیہ و وصف پر مشتمل ہے۔ آپ کا اسلوبِ بیان جزالتِ کلام اور فخامتِ الفاظ میں شعرائے جاہلیت کی مانند ہے تعقید لفظی و معنوی سے بڑی حد تک پاک ہے۔

آپ میدانِ بدیہہ گوئی کے شہسوار ہیں اور اس معاملہ میں زہیر اور حطیئہ اور ان کے مکتبِ خیال سے تعلق رکھنے والوں سے قطعی مختلف جنھیں اصمعی عبید الشعر کا لقب دیتا ہے۔ آپ حطیئہ کی طرح "خیر الشعر الحولی المنقح المحکک" کے قائل نہیں بلکہ ارتجالاً شعر کہتے ہیں۔ جب بنی تمیم کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو آپ نے فی الفور وہ بہترین اشعار کہے جو دیوان حسان کے قافیہ میم میں موجود ہیں۔ پہلا شعر یہ ہے ؎

هل المجد الّا السودد والعود والندی ۔۔۔ وجاه الملوک واحتمال العظائم

اسی طرح یہ اشعار فی البدیہہ کہے جو قافیہ عین میں ہیں ؎

ان الذوائب من فہر و اخوتہم قد بینوا سنۃ للناس تتبع

حسان کا ماحول حسان کی شاعری پر نقادانِ عرب کی رائے آپ سن چکے۔ ان کے کلام پر اجمالی تبصرہ کرنے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس ماحول کا جائزہ لیا جائے جس میں ان کی شاعری پروان چڑھی۔ آپ مخضرمی شاعر ہیں اور کفر و اسلام کے دونوں ادوار میں آپ نے شاعری کے جوہر دکھاتے ہیں۔ اصمعی اور ان کے ہم نوا کہتے ہیں کہ عہدِ اسلام میں حسان کی شاعری میں وہ بات نہ رہی جو جاہلیت میں تھی۔ مگر وہ دونوں ادوار کے مختلف ذہنی سیاسی اور ادبی رجحانات میں فرق نہیں کرتے اور دونوں کو ایک ہی نکتہ خیال سے دیکھتے ہیں۔

اے کاش! وہ یہ خیال کرتے کہ جب تک عرب عرب کے ریگستانوں میں بند اور اپنی بدویانہ زندگی پر خورسند رہے۔ عربی شعر باہمہ جدت ادا بھی مدتوں ایک محدود دائرے میں ایک ہی مرکز پر گھومتا رہا مگر جب اسلام آیا اور فتوحات کے ساتھ حضارت و تمدن لایا۔ شعراء کا گرد و پیش بدلا۔ ٹیلوں پہاڑوں ریگستانوں بیابانوں خیموں اور قناتوں کی جگہ سرسبز و شاداب باغ و گلزار سر بفلک ایوان و قصور پیشِ نظر رہنے لگے۔ سادگی تکلف سے خشونت تنعم سے غریبی امیری سے وحشت و جہالت علم و مدنیت سے بدلی۔ غرض مشاہدات و معلومات کا دائرہ وسیع ہوا تو ان کے شاعرانہ تخیل میں تبدیلی واقع ہوئی اور زمینِ شعر میں نئے گل بوٹے نظر آئے۔ نئے نئے خیال اور نئی نئی تشبیہوں نے ان کی شاعری کے انداز اور طرز ادا کو بدلنا شروع کیا۔ لہذا یہ کسی طرح قرین انصاف نہیں کہ جاہلیت و اسلام کی شاعری کو ایک ہی ترازو میں تولا جائے۔

ایک ادیب و لغوی کی حیثیت سے اصمعی جزالت الفاظ اور فخامت اسلوب کے دلدادہ ہیں اور الفاظ کا زیر و بم ان کے نزدیک عمدہ ترین شاعری کا معیار ہے۔ مگر نزولِ قرآن نے الفاظ کے اس طلسم کو توڑ دیا اور شعراء و خطباء معنویت پر نظر رکھنے لگے۔ قرآن نے سادہ مگر سہل ممتنع اسلوب کو اپنایا اور عہدِ اسلام میں اسی انداز نے رواج پایا۔ لہذا حسان کے اشعار میں اگر جاہلیت کی وہ غرابت و خشونت اور بے جا تکلف و تصنع موجود نہیں تو یہ اسلامی ماحول کی تاثیر ہے جس سے اثر پذیر نہ ہونا حسان کے بس کا روگ نہ تھا۔